حافظ شیرازی اور انکی غزلگوئی کی خصوصیات

حافظ شیرازی کے دادا اصفہان کے مضافات کے رہنے والے تھے انکے والد کا نام بہاء الدین تھا جنکا انتقال حافظ کی کمسنی ہی میں ہو گیا تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی جب سن شعور کو پہنچے تو خمیر بنانے کا پیشہ اختیار کر لیا۔ ساتھ محلے کے مکتب میں جا کر تعلیم بھی حاصل کرتے رہے اور قرآن حفظ کر لیا۔ شاعری کی صلاحیت حافظ میں شروع ہی سے تھی۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں برجستہ اشعار کہنے لگے۔ جب انکے کمالات شاعری کا چرچہ عام ہوا تو دور دور سے سلاطین اور امراء انکو بلانے کیلئے خطوط بھیجنے لگے۔ شاہ ابو المعالی انجو جو حاکم شیراز تھا انکی شاعری کا دلدادہ تھا۔ اسی لئے اس نے حافظ کی سرپرستی دل و جان سے کی۔ خواجہ صاحب انکی تعریف میں بلیغ قصیدے لکھے۔ عراق، عرب، ہندوستان ہر جگہ سے مشتاقین کے خطوط آئے۔ بغداد کے فرمانروا سلطان احمد نے بلا بھیجا لیکن رکناباد کی خاک کی کشش نے انہیں روک رکھا جیسا کہ خود فرماتے ہیں

نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر
نسیم باد مصلی و آب رکناباد

دکن (ہندوستان) سے شاہ محمود بہمنی نے بھی انکی شاعری کا چرچہ سنکر بلایا لیکن وہاں بھی نہ جا سکے اور یہ غزل لکھکر بھیجدی

دمی با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد
بمی بفروش دلق ما کزیں بہتر نمی ارزد

حافظ نے ۷۹۳ھ میں وفات پائی۔ "خاک مصلی" انکی تاریخ وفات ہے جس میں ایک عدد کی کمی ہے۔ مصلی انکا محبوب مقام تھا۔ اسی لئے وہیں مدفون ہوئے۔ انکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہایت سادگی اور آزادگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ قرآن کا درس دیتے تھے لیکن اپنی علمی فضیلت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ جو دل میں رہتا تھا وہی زبان پر بھی آتا تھا۔ ریاکاری سے انہیں نفرت تھی۔ رکناباد جو ایک چشمہ ہے شیراز کی مشہور سیرگاہ ہے۔ اسکے کنارے بیٹھکر حافظ جام آب کا لطف اٹھاتے تھے اور دوست احباب کے ساتھ شعر و شاعری کے مزے لیتے تھے۔

خواجہ صاحب کا اصلی اعجاز غزل گوئی ہے۔ چنانچہ غزل میں آجتک انکا کوئی ہم پلہ نہ ہو سکا۔ چنانچہ صائب ایک جگہ کہتا ہے

رواست صائب اگر نیست از رہ دعوی
تتبع غزل خواجہ کردن بے ادبی است

خواجہ صاحب نے آنکھیں کھولی تو سلمان اور خواجو کا رنگ ملک پر چھایا ہوا تھا۔ انہوں نے دونوں کا زمانہ پایا۔ چنانچہ غزل گوئی شروع کی تو خواجو کے کلام کو سامنے رکھکر کہنا شروع کیا جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

دارد سخن حافظ طرز روش خواجو

خواجہ صاحب نے سعدی اور خسرو کے مضامین پر بھی اپنی شاعری کی بنیاد رکھی اور دونوں شاعروں سے بھی کافی استفادہ کیا۔ لیکن بعد میں جب اپنے مخصوص رنگ پر آئے تو انکے کلام کا نقشہ ہی بدل گیا۔ بلکہ انکی غزلوں نے دنیا میں غلغلہ پیدا کر دیا۔ انکے کلام میں جو جذبات ہیں وہ خود انکے واردات اور حالات ہیں۔ ان واردات اور حالات کو وہ اس جوش کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ ایک عالم چھا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب پر زندگی اور مستی کا جذبہ غالب تھا۔ انکے تمام کلام میں یہ جذبہ اس جوش و زور کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ فارسی شاعری کی ہزار سالہ زندگی میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی

خواجہ صاحب کی اصلی شاعری عشق و عاشقی اور رندی و سرمستی ہے انکے عاشقانہ جذبات غم اور درد سے کم تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود بھی فطرتاً شگفتہ مزاج اور رنگین طبع تھے۔ لہذا ناامید حسرت و یاس کے مضامین انکی غزلوں میں کم پائے ہیں۔ خواجہ صاحب کو ظاہری عالموں اور واعظوں سے شدید نفرت تھی اس لئے مخفی اور باریک عیوب جس قدر ظاہری عالموں واعظوں اور زاہدوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں کسی اور فرقے میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چو بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

Scanned with CamScanner